مکالمۃ الصدرین

یعنی

صدر جمعیۃ علماء اسلام اور صدر جمعیۃ علماء ہند

و دیگر ارکان جمعیۃ علماء ہند کا وہ سیاسی مکالمہ

جو مسائل حاضرہ کے متعلق باہم ہوا

جس نے

موجودہ مسائل کے اختلافی پہلو ایسے روشن کر دیئے ہیں کہ

کسی تاویل و حیلہ کی گنجائش نہیں رہی

باہتمام احقر محمد زکی دیوبندی

دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ۔ مین بازار داتا صاحب لاہور۔ قیمت ۸ر

معارف پرنٹنگ پریس لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُکالمۃ الصّدرین

گفت و شنید کی ابتدا کیسے ہوئی؟

غالباً یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند دہلی اپنی کسی ضرورت سے دیوبند تشریف لائے تھے اس وقت وہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے دولتکدہ پر بھی بغرض عیادت و مزاج پُرسی حاضر ہوئے۔

دوران مزاج پُرسی میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے فرمایا کہ ہمیں کچھ آپ سے حالاتِ حاضرہ پر نیازمندانہ گذارشات، کرنی ہیں مسئلہ پر شرعی حیثیت سے تو ہم آپ سے کیا گفتگو کرتے یہ درجہ تو ہمارا نہیں البتہ کچھ واقعات ایسے بیان کرتے ہیں جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ شاید وہ آپ کے علم میں نہ آئے ہوں۔ ممکن ہے کہ ان واقعات کو سُنکر حضرت والا کی جو رائے قائم شدہ ہے اس میں، تغیر ہو جائے

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں گفتگو کے لئے ہر وقت حاضر ہوں جب دل چاہے تشریف لائیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ اس گفتگو میں میرے ساتھ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی (ناظم ندوۃ المصنفین دہلی برادر زادۂ علامہ عثمانی) کوئی تیسرے صاحب جو مناسب ہوں شریک ہوں گے۔ اس کے بعد ۵ دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا دہلی سے ایک خط بذریعہ ڈاک بنام علامہ عثمانی موصول ہوا جو بجنسہٖ درج ذیل ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا خط بنام حضرت علامہ عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از ندوۃ المصنفین دہلی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

ذوالمجد والکرم استاذی ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج اقدس۔ کل دیوبند سے نو بجے صبح چلکر دہلی پہونچ گیا۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے شب میں گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ جمعیۃ العلماء ہند کی ایک خصوصی مجلس مشاورت وہ جمعرات کے روز دیوبند بلانا چاہتے ہیں تاکہ جمعیۃ العلماء سے متعلق بعض اہم معاملات پر گفتگو ہو سکے اس مشاورت میں غالباً حضرت مفتی صاحب (مولانا کفایت اللہ صاحب) اور مولانا احمد سعید صاحب بھی شرکت فرمائیں گے۔

میں نے اپنے اُس معروضہ کے پیش نظر جو حضرت والا میں حاضر ہو کر پیش کیا تھا اب یہ مناسب سمجھا کہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور میں

جمعرات کو شب میں پہونچیں اور جمعہ کے دن گذارشات پیش کریں۔ اب میری یہ بھی سعی ہوگی کہ اکابر جمعیتہ العلماء بھی اس گفتگو میں حصہ لیں تو اکابر علمائے دیوبند کے سیاسی افکار کی یکجہتی میں انشاء اللہ بہت مدد ملیگی۔ اگر میری گذارشات منظور ہوگئیں تو جمعہ کے دن آٹھ بجے یہ گفتگو آپ ہی کے دولتکدہ پر ہو جائے تو بہت بہتر۔ باقی اپنی مشاورت تو شب میں اور باقی دوسرے وقت میں بھی ہوسکتی ہے۔ خادم محمد حفظ الرحمن کان اللہ لہٗ

۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

اس پروگرام کے بموجب ۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ کو ساڑھے آٹھ بجے (۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر جمعیتہ العلمائے ہند (۲) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیتہ العلمائے ہند (۳) حضرت مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلمائے ہند (۴) مولانا حفظ الرحمن صاحب حالی ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند (۵) مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی (۶) مولانا عبدالحنان صاحب (۷) مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب۔ علامہ عثمانی کے دولتکدہ پر تشریف لائے۔ علامہ عثمانی نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ان حضرات سے ملے۔ کچھ دیر مزاج پرسی ہوتی رہی عیادت کے بعد چند منٹ مجلس پر سکوت طاری رہا۔ یہ خاموشی غالباً اس لئے تھی کہ کون ابتدا کرے اور کس نوعیت سے مسئلہ پر گفتگو کا آغاز ہو۔

چونکہ علامہ عثمانی کو ابتدا کرنا مقصود نہ تھا اور یہ حضرات از خود تشریف لائے تھے

اس لئے علامہ عثمانی بھی خاموش رہے۔ آخر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مسائل حاضرہ پر گفتگو کی ابتدا کی اور ایک طویل تقریر فرمائی جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہی۔ علامہ عثمانی برابر اس تقریر کو بغور سنتے رہے۔ جب وہ تقریر فرما چکے تو علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مجھے پورے الفاظ اور اجزاء تو آپ کی لمبی چوڑی گفتگو کے محفوظ نہیں رہے البتہ جو تلخیص میرے ذہن میں آئی ہے اس کے جوابات بلا لحاظ ترتیب عرض کروں گا۔ اگر کوئی ضروری بات رہ جائے تو آپ یاد دلا کر اس کا جواب مجھ سے لے سکتے ہیں۔

اس گفت وشنید کا سلسلہ سوا تین گھنٹہ مسلسل جاری رہا۔ اس مکالمہ میں سب سے زیادہ حصہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب لیتے رہے اور دوسرے درجہ میں مولانا احمد سعید صاحب ان کے شریک رہے۔ کبھی کبھی اور صاحب بھی کچھ بول پڑتے تھے۔ لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے جو مزاج پرسی کے بعد سکوت اختیار فرمایا وہ ختم مجلس تک ختم نہیں ہوا کسی موقعہ پر بھی ایک حرف نہیں بولے۔

علامہ عثمانی کو اس طویل سکوت پر خود حیرت تھی وہ بحث میں تو کیا حصہ لیتے اشارۃً کنایۃً بھی کسی موضوع پر اثباتاً یا نفیاً کسی طرح کا اظہار خیال نہیں فرمایا۔ آخر مجلس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کچھ بولے جو تقریباً دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہ تھا۔



۷

مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ

مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیتہ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایمار سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیتہ العلماء اسلام کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے ہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدہ دار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیتہ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لئے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دیگی چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کرلی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کردی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا آزاد سبحانی صاحب نے اس کے بعد کلکتہ میں جلسہ کیا۔ جلسہ میں انہوں نے جو کچھ بکو اس کی وہ آپ کے علم میں ہے۔ ان کی تلون مزاجی بھی سب کو معلوم ہے۔ ایک زمانہ میں وہ گاندھی کے ساتھ ساتھ کیوں رہے تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد ان کے خلاف ہو گئے۔ بہر حال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہو گیا اور

ایک ہندو اس کی جگہ آ گیا جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا جس میں دکھلایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل بیکار ہے اس پر آئندہ کے لئے امداد بند ہو گئی۔ اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کئے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لئے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ نے کلام اس قدر طویل کر دیا ہے کہ نمبروار ہر ایک چیز کا جواب دینا مشکل ہے۔ میں جو کچھ یاد رکھ سکا ہوں ان کے جوابات دونگا۔ اگر کسی چیز کو بھول جاؤں تو آپ مجھے یاد دلا کر اس کا جواب لے لیں۔

علامہ عثمانی کا جواب

پہلے میں اس معاملہ کی نسبت گفتگو شروع کرتا ہوں جو آپ نے مولانا آزاد سبحانی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ جو روایت آپ نے بیان کی میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں۔ مجھے اس سے پہلے ہی بذریعہ ایک گمنام خط کے (جو دہلی سے ڈالا گیا تھا) یہی تبلایا گیا تھا اور مجھے بھی اس خط میں دھمکی دی گئی تھی۔ یہ روایت صحیح ہو یا غلط۔ بہرحال میرے علم میں آچکی ہے۔ لیکن اس روایت سے مجھ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور میری رائے کیا متاثر

ہوسکتی ہے۔ میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ جمعیتہ العلماء اسلام میں آزاد سبحانی رہیں یا نہ رہیں۔ جمعیتہ العلماء اسلام خود قائم رہے یا نہ رہے میری رائے جب بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کے لئے پاکستان مفید ہے۔ اگر میں تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کو تسلیم بھی کرلوں کہ جمعیتہ العلماء اسلام گورنمنٹ کے ایماء سے قائم ہوئی ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی ابتدا کس نے کی تھی اور کس طرح ہوئی تھی؟ آپ کو معلوم ہے کہ ابتداءً اس کا قیام ایک وائسرائے کے اشارہ پر ہوا تھا اور برسوں وہ گورنمنٹ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی ہے مرتب) بہت سی چیزوں کی ابتدا غلط ہوتی ہے مگر انجام میں بسا اوقات وہی چیز سنبھل جایا کرتی ہے۔ ہم نے مولانا آزاد سبحانی یا جمعیتہ العلماء اسلام کی وجہ سے مسلم لیگ کی تائید نہیں کی بلکہ دیانتۃً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے۔ اور علماء ملّت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنی چاہیئے۔ عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہو تو اسی قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اون کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت

مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے اشارہ کر کے فرمایا کہ ان مولوی عتیق الرحمٰن صاحب سے آپ پوچھئے کہ معاملات دارالعلوم کے سلسلہ میں دیوبند کے بعض پارٹی باز اشخاص نے ان کے سامنے نہایت قطعی الفاظ میں کیا یہ نہیں کہا تھا کہ وائسرائے کے دفتر میں ہم اپنی آنکھوں سے وہ چٹھی دیکھ کر آئے ہیں جس کے ذریعہ مولانا مدنی کو شبیر احمد عثمانی نے گرفتار کرایا ہے (فلعنۃ اللہ علی الکاذبین) لیکن میں پوچھتا ہوں کیا اس میں ذرا بھی کوئی اصلیت ہے۔ اس پر مولوی عتیق الرحمٰن صاحب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر مشہور کیا جاتا ہے کہ آپ ہندوؤں سے روپیہ لیکر کھا رہے ہیں کیا یہ صحیح چیزیں ہیں۔ اب ہمیں ان سب قصوں سے بالکل علیحدہ رہ کر غور کرنا چاہیئے کہ کونسا راستہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ اور کس راستہ میں ان کا نقصان (قطع نظر اس سے کہ وہ بات انگریز کے ایجنٹ کی زبان سے نکلے یا کوئی ہندو کا دلال کہے۔ مرتب)

لہٰذا اب میں مزید گفتگو سے پہلے تین چیزیں دریافت کرنا چاہتا ہوں؟

گفتگو کا محور

پہلی چیز دریافت طلب یہ ہے کہ

(۱) جو فارمولا جمعیۃ العلماء ہند نے پاکستان کا نعم البدل ظاہر کر کے

ملک کے سامنے پیش کیا اور جس کا حوالہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں بھی دیا ہے۔ اس فارمولا کو آپ حضرات نے کم از کم کانگریس سے منوالیا ہے یا نہیں؟

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کچھ اعذار بیان کیے۔ علامہ عثمانی صاحب کو چونکہ ان اعذار سے کچھ بحث نہیں تھی اس لیے فرمایا کہ اعذار کچھ بھی ہوں میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا فارمولا کانگریس نے تسلیم کر لیا ہے یا نہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ہمارا یہ اصول نہیں ہے کہ ہم جنگ آزادی کی شرط کے طور پر ہندوؤں سے کوئی چیز منوالیں۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ آپ جو کچھ گفتگو اس وقت مجھ سے فرمانا چاہتے ہیں وہ کس تقدیر پر ہے۔ آیا یہ فرض کرتے ہوئے کہ انگریز حکومت ہندوستان سے چلی گئی ہے۔ یا جارہی ہے۔ یا یہ مان کر کہ ابھی وہ موجود ہے اور سردست جا نہیں رہی۔ گویا جو کچھ لینا ہے اُسی سے لینا ہے

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ انگریزی حکومت ابھی ہندوستان میں موجود ہے۔ اس کی موجودگی تسلیم کرتے ہوئے جو کچھ لینا ہے اُسی سے لینا ہوگا۔

(۳) تیسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ آپ حضرات جو انقلاب اس وقت چاہتے ہیں وہ فوجی انقلاب ہے یا آئینی۔

اس کا جواب دیا گیا کہ فوجی انقلاب کا تو اس وقت کوئی موقعہ ہی نہیں

نہ فی الحال اس کا امکان ہے نہ اس کے وسائل مہیا ہیں۔ اس وقت تو آئینی انقلاب مقصود ہے۔

علامہ عثمانی نے بحث کا رُخ معین کرا لیا

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ بس اب بحث کا رُخ متعین ہو گیا۔ اب کلام اس پر ہے گا کہ سرِدست انگریزی حکومت کی موجودگی کے باوجود آئینی انقلاب میں کون سا راستہ مسلمانوں کے لیئے مفید ہے۔ آیا وہ راستہ جو جمعیۃ العلماء ہند نے تجویز کیا ہے۔ یا پاکستان کا راستہ جو مسلم لیگ اختیار کر رہی ہے،

پاکستان کے نقصانات کا اظہار وفد جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۵۳ فی صدی ہے۔ فلاں صوبہ میں اس قدر۔ فلاں میں اتنی۔ اور آسام میں اکثریت دوسروں کی ہے۔ ہر جگہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیت اتنی زبردست ہے کہ مسلمان اس سے کسی طرح بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ اور بہت ہی تھوڑی اکثریت کچھ نہ کر سکے گی۔ بلکہ ہمیشہ معرض خطر میں رہے گی۔ اُدھر مسٹر جناح یہ کہہ رہی چکے ہیں کہ پاکستان میں جمہوری طرز کی حکومت ہو گی۔ ایسی شکل میں ظاہر ہے

مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ تنظیم۔ دولت اور تعلیم وغیرہ میں پست ہونے کی وجہ سے ترپن[۵۳] فی صدی مسلمانوں کی اکثریت سینتالیس[۴۷] فی صدی غیر مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع و محکوم رہے گی سکھ نہایت جنگجو قوم ہے وہ کسی طرح بھی پاکستان قائم نہ رہنے دے گی اُدھر جاٹوں کی قوم ہے وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔

پاکستان ہر صوبہ کا جدا جدا بنے گا یا تمام مسلم صوبوں کا پاکستان ایک ہوگا

اس موقعہ پر علامہ عثمانی نے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک پاکستان کا مطالبہ کرنے والے صوبہ دار چھ پاکستان بنانا چاہتے ہیں یا تمام مسلم اکثریت والے صوبوں کا ایک پاکستان مطلوب ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں پاکستان تو ایک ہی بنانا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا تب صوبجاتی اعداد کی گفتگو اس موقع پر بیکار ہے۔

جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے فارمولا کے جدا جدا نتائج

مولانا عثمانی نے فرمایا تو اس وقت ہم کو پاکستان کی مرکزی حکومت میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ مسلم اور غیر مسلم آبادی میں کیا تناسب ہے۔

مولانا حفظ الرحمن صاحب کی طرف سے کہا گیا کہ پاکستان میں مجموعی

تعداد مسلمانوں کی چھ کروڑ ہوگی اور غیر مسلم تین کروڑ ہوں گے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تعداد غلط ہے۔ مجموعہ میں مسلمان تقریباً سوا سات کروڑ ہیں لیکن ہم سات کروڑ تسلیم کیے لیتے ہیں اور غیر مسلم جو تین کروڑ سے کم ہیں اُن کو پورے تین کروڑ کر لیا جائے۔ اس تعداد سے سات اور تین کی نسبت مسلم و غیر مسلم کے درمیان ہوگی اور مجموعہ آبادی میں آپ کے فرمانے کے مطابق ساٹھ اور چالیس کی نسبت ہوگی یعنی مسلمان ساٹھ فی صدی اور غیر مسلم چالیس فی صدی ہوں گے (حالانکہ اس صورت میں مجموعہ میں مسلمان (تقریباً ستّر فی صدی اور غیر مسلم تیس فی صدی ہوتے ہیں)

حضرت علامہ کا مسکت و حقیقت افروز جواب

اور

وفد جمعیۃ العلماء کی لاجوابی

مگر علامہ عثمانی نے اس وقت اس سے بھی اغماض کر کے اور ان کے ہی بیان کردہ تناسب کو صحیح مان کر اس پر کلام فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اب آپ فارمولا پر نظر ڈالیے کہ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا مرکزی حکومت میں کیا تناسب رہتا ہے تو آپ کے فارمولا کی رو سے مرکز میں چالیس مسلمان ہوں گے اور چالیس ہندو اور بیس فی صدی میں دیگر اقلیتیں ہوں گی۔ اس طرح سے آپ کے فارمولا کے لحاظ سے غیر مسلموں کی تعداد ساٹھ فی صدی اور مسلمانوں کی تعداد چالیس فی صدی

ہوئی اور مسلم لیگ کے پاکستانی فارمولا میں (بقول آپ کے یہی نسبت علی العکس رہے گی یعنی) ساٹھ فیصدی مسلمان اور چالیس فی صدی غیر مسلم ہوں گے۔ (حالانکہ حقیقی تناسب پاکستانی فارمولا میں ستر فی صدی اور تیس فیصدی کا ہوتا ہے) اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ آپ کے اس فارمولا سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہونچا (ہم اگر ساٹھ فی صدی رہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے تو چالیس فی صدی میں کیا کر سکیں گے)

نوٹ: جمعیۃ العلماء کے فارمولا میں یہ بھی مندرج ہے کہ خالص اسلامی مسائل میں دو تہائی مسلمان اگر کسی چیز کے مخالف ہونگے تو وہ چیز مسلمانوں کے لئے قبول نہیں کی جائے گی۔ اس شرط سے کسی درجہ میں مضر امور کا تدارک تو ہو سکتا ہے لیکن خاص مسلمانوں کے حق میں جو ضروری یا مفید امور ہوں ان کے خاطر خواہ حاصل ہونے کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ مرکز میں مسلم تعداد چالیس اور غیر مسلم تعداد ساٹھ فیصدی ہوئی۔ ایسی تمام تجاویز غیر مسلم اکثریت کی رحم و کرم پر رہیں گی۔ اور یہ معاملہ بھی کہ خالص اسلامی مسئلہ کون سا ہے اکثریت ہی سے کرے گی)

اس موقع پر کہا گیا کہ عیسائی ہمارے ساتھ ہو جائیں گے

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان کا فارمولا سامنے آتا ہے تو عیسائی مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم بلاک میں شمار کئے جاتے ہیں اور جب جمعیۃ العلماء ہند کا (مقدس) فارمولا پیش کیا جاتا ہے

تو وہی عیسائی دگو یا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کے سائیڈ میں شمار کیئے جانے لگتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ غیر مسلم سب کے سب بہر صورت ایک ہی شمار ہونگے (الکفر ملۃ واحدۃ) اور خالص مسلمانوں کو ان سب کے مقابل رکھکر مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ وفد جمعیۃ العلماء نے آخر کار اس کو تسلیم کر لیا

اگر پاکستان ہندوؤں کے لئے مفید ہے تو وہ اس کی مخالفت کے لیئے اس قدر مضطرب کیوں ہے؟

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمانوں کا نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ یہ بتلا سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان سے پھر کیوں اس درجہ مضطرب، خائف اور اس کی انتہائی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ کیا آپ باور کر سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان کی مخالفت محض اس لئے کر رہا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے، اور وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کا نقصان دیکھنے کو تیار نہیں ان کا تو اعلان یہ ہے کہ جو جماعت یا جو شخص بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا کانگریس اس کی ہر طرح امداد کرے گی۔

(اس وعدہ کا تعلق کسی شخص خاص سے نہیں کانگریس کے پورے ادارے سے ہے) اور ان کا قول ہے پاکستان ہماری لاشوں پر ہی بن سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آخر یہ پُرزور اور انتہائی مخالفت کیوں ہے۔

اس کے جواب میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ان کی کوئی

مصلحت ہوگی لیکن اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔ اور بار بار اس پہلو سے گریز کیا جاتا رہا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس کی جو کچھ بھی مصلحت ہو آخر آپ حضرات نے بھی کچھ غور کیا کہ وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی مخالفت کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انگریز کی حکومت تو سر دست اور یہ قائم ہے جسے آپ خود شروع میں تسلیم کر چکے ہیں ہندو یہ چاہتا ہے کہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ دس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک شخص کی گردن پر سے بھی ہندو اکثریت کا جوا کبھی اور کہیں اُترنے نہ پائے اور اس طرح مسلمان ہمیشہ انگریز اور ہندو کی ڈبل غلامی میں باختیار خود پستے رہیں۔ علامہ عثمانی نے کئی بار اس چیز کو ان لوگوں سے پوچھا مگر اُدھر سے کوئی شافی جواب ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد جمعیتہ العلماء ہند کے وفد کی طرف سے کہا گیا کہ اچھا اگر پاکستان بن جائے تو تین کروڑ کی مسلم اقلیت ہندو صوبوں میں رہے گی اس کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ان کے لئے معاہدات ہوں گے۔ ان ہی معاہدات کے ماتحت مسلم اقلیت ان کے ہاں اور ہندو اقلیت ہمارے یہاں رہے گی اور ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کے تلے دبا رہیگا۔ آخر اکھنڈ ہندوستان میں دس کروڑ مسلمانوں کی حفاظت کس طرح ہوگی۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے موضوع گفتگو بدل کر کہا۔

علیگڈھ کالج پر اتہام

اجی حضرت یہ علیگڈھ کے نیچری علمار کے وقار کے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اگر مسلمانوں کے رہنما بن گئے تو دین کو برباد کر دیں گے۔ علمار کو مٹا دیں گے اسی سلسلہ میں ان بدتمیزیوں کا بھی ذکر کیا گیا جو بعض مقامات میں مولانا حسین احمد صاحب کے ساتھ کی گئی تھیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ مسلم لیگ راجاؤں۔ نوابوں۔ خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے سر فیروز خاں نون کے متعلق فرمایا کہ وہ حکومت کے اشارہ سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں داخل ہوئے ہیں اور وہ کھلے طور پر سرکاری آدمی ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ سر فیروز خاں نون کے متعلق بحث نہیں کرتا۔ آپ جو چاہیں کہیں۔ لیکن مسٹر جناح کے متعلق کبھی میرا یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ سرکاری آدمی ہیں یا وہ کسی دباؤ یا لالچ میں آسکتے یا کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔

مولانا احمد سعید صاحب کے اس کہنے پر کہ علیگڈھ کے تعلیم یافتہ اور دوسرے بعض فرقے علمار کا اقتدار مٹانا اور دین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مشکلات ہوئیں ان کا حل آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ وہ بھی تو فرمایئے۔ اس پر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کچھ خاموشی سی طاری ہو گئی۔ پھر وفد کی طرف

سے کہا گیا کہ حضرت آپ ہی فرمائیں کیا حل ہے۔ حضرت علامہ نے فرمایا کہ یہ خوب رہی مشکلات تو بیان فرمائیں آپ اور حل بتلاؤں میں۔ آخر آپ نے بھی تو کچھ اس کا حل سوچا ہوگا۔

علماء کی مشکلات کا حل علامہ عثمانی کی طرف سے

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اچھا لیجئے میں ہی اس کا حل عرض کرتا ہوں۔ میرے نزدیک اس کا حل صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ سب حضرات ملکر مسلم لیگ میں داخل ہو جائیں اور داخل ہو کر اس پر قبضہ کریں۔ اور ایک دو مہینے دورہ کر کے تین چار لاکھ ووٹ دینے والے ممبر مسلم لیگ کے بھرتی کرائیں۔ جب ہمارے ہم خیال ممبران کی اتنی بھاری تعداد مسلم لیگ میں داخل ہو جائے گی تو پھر ہم عوام کے ذریعہ سے جو مفید صورت مسلمانوں کے لئے ہوگی بہ آسانی بروئے کار لا سکیں گے۔ کیا ہمارا اثر عوام پر اتنا بھی نہیں کہ ہم دو چار لاکھ ممبران بھرتی کرا سکیں۔ میں اس کے لئے تیار ہوں کہ آپ حضرات کے ساتھ ملکر اس کام میں حصہ لوں۔ میرے نزدیک تو اصلاح کی یہ ہی بہترین شکل ہے۔ اس پر مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح لیکن جب ہم لوگ ایسا کریں گے تو یہ راجے مہاراجے نواب اور سر مسلم لیگ سے علیحدہ ہو کر دوسری مسلم لیگ بنا لیں گے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اگر وہ نئی مسلم لیگ بنا ہی لیں گے تو اس سے

کیا ہوگا۔ عوام کی طاقت تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔

دسر شفیع مرحوم نے بھی تو ایک زمانہ میں شفیع لیگ بنائی تھی لیکن اس کا حشر کیا ہوا۔ جب شفیع صاحب رحلت کر گئے ان ہی کے ساتھ اُن کی لیگ بھی ختم ہوگئی اور رابطۂ عوام وہ کبھی بھی پیدا نہ کر سکے)

رہا ان بدتمیزیوں کا قصہ جو آپ کے ساتھ ہوئیں اس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جو پیغام جمعیۃ العلماء اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقعہ پر بھیجا تھا اس میں صاف طور سے لکھدیا تھا کہ یہ پرلے درجہ کی شقاوت و حماقت ہے کہ قائداعظم کو کافراعظم کہا جائے یا مولانا حسین احمد وغیرہ کے ساتھ کوئی ناشائستہ سلوک کیا جائے۔

انگریزی خواں طلباء کی شکایت کرنے سے پہلے طلباء دارالعلوم دیوبند کی اصلاح کیجیئے

اس موقعہ پر مجھے ایک بات کہنی پڑتی ہے وہ یہ کہ جن انگریزی خواں طلباء کے رویہ کی آپ شکایت فرمارہے ہیں وہ نہ تو آپ کے مرید ہیں نہ شاگرد نہ اُنھوں نے کسی دینی ماحول میں تربیت پائی ہے (اور سمجھتے یہ ہیں کہ آپ مسلم قوم کو ہندوؤں کی دائمی غلامی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں) اس کے بالمقابل جو عربی مدارس کے طلباء آپ کے شاگرد آپ کے مرید اور دینی ماحول بلکہ مرکز دین و اخلاق میں تربیت پانے والے ہیں ذرا اُدھر بھی تو دیکھئے کہ اُنہوں نے

کیا کچھ کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے طلبا نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چھپاں کئے جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین مہتمم اور مفتی سمیت (باستثنا ایک دو کے) بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے طلبا نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے۔ اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے۔

"حریت"، اخبار دہلی آج کل جو میری ذاتیات پر نہایت رکیک مضامین لکھ رہا ہے کیا آپ حضرات میں سے کسی نے اس پر بیزاری کا اظہار کیا۔ اس پر سب کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔ مولانا احمد سعید صاحب نے اتنا فرمایا کہ اجی حضرت عزیز حسن بقائی تو ہمیشہ اسی قسم کی بیہودہ بکواس کیا کرتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا اس وقت تو وہ آپ کی حمایت اور ہمنوائی میں سب کچھ کہہ رہا ہے۔ گو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں اس نے آپ صاحبان کو بھی بری طرح مجروح کیا تھا۔ لیکن دکھلانا صرف یہ ہے کہ آپ حضرات نے کبھی اس قسم کی چیزوں سے جو ہمارے متعلق کہی گئیں اظہار بیزاری نہیں کیا نہ کسی پر ملامت کی۔ ہم نے تو یہ کیا کہ موقع ملنے پر ایسے امور سے پوری قوت کیساتھ اظہار بیزاری کرتے رہے۔

فرقِ عمل

محلہ کسرول مراد آباد کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب آپ کے نزدیک محض ذاتی مفاد کے لئے ہندوؤں کا ساتھ دے رہے ہیں یا ان کا اتباع بے دینی اور کفر ہے یا وہ اپنے اوستاد کے مسلک سے ہٹ گئے ہیں؟

میں نے جواب میں لکھا کہ میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا کہ یہ حضرات محض ذاتی مفاد کے لئے ایسا کریں وہ اپنے نزدیک جو حق سمجھتے ہیں کر رہے ہیں اور اسی کو اپنے اُستاد کا مسلک سمجھتے ہیں۔ باقی یہ لازم نہیں کہ جو اِن کا خیال ہے وہ واقع میں صحیح ہو نہ ان کی تقلید دوسروں پر واجب ہے۔ امور مذکورہ کا تذکرہ میں نے اس لئے نہیں کیا کہ مجھے کوئی انتقام لینا مقصود ہے میں تو بہرصورت ایسے امور کو بُرا سمجھتا ہوں۔ دکھلانا صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی بساط کے موافق اس قسم کے امور کو روکنے کی ہمیشہ سعی کی۔

مولانا مدنی کا پاکستان کے خلاف ایک استدلال اور علامہ عثمانی کی طرف سے اس کا مسکت جواب

آخر گفتگو میں مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی جیب سے دو تین کالم کا ایک مضمون نکال کر تقریباً" آٹھ دس منٹ تک پڑھ کر سنایا۔ یہ مضمون

ایک انگریز کی تجویز اور رائے پر مشتمل تھا جس میں اس نے ہندوستان کی سیاسیات پر بحث کرتے حکومت برطانیہ کو اس کا ایک حل تبلایا تھا اس مضمون میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان کو دو حصّوں میں تقسیم کردیا جائے اور بمبئی کے بجائے کراچی کو تجارت کا مرکز بنایا جائے۔ گویا اس مضمون کو سُنانے کی غرض یہ تھی کہ مسلم لیگ نے جو نظریہ پاکستان پیش کیا ہے وہ اسی انگریز کی تجویز پر مبنی ہے۔ اور مسلم لیگ انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والی جماعت ہے۔

اسی دوران میں

مولانا احمد سعید کا ایک سوال اور اُس کا جواب

مولانا احمد سعید صاحب نے سوال کیا کہ انگریز کی پالیسی ٹکڑے کرنے کی ہے یا جمع کرنے کی۔ یعنی اس کا فائدہ کس جانب میں ہے مطلب یہ تھا کہ ہم جو وحدانی حکومت چاہتے ہیں انگریز کے لیے مہلک ہے اور آپ جو تقسیم ہند چاہتے ہیں یہ صورت حکومت کے لئے مفید معین ہے۔ علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک آپ کے سوال کا ایک جواب نہیں ہوسکتا۔ یعنی آپ کے سوال کے جواب میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انگریز کا فائدہ ہمیشہ ٹکڑے کرنے میں ہے یا نہیں۔

میرا جواب یہ ہے کہ کبھی انگریز کا فائدہ ٹکڑے کرنے میں اور کبھی جمع کرنے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک حالیہ نظیر ملاحظہ فرمایئے

برطانیہ نے ٹرکی اور عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ عراق۔ شام۔ لبنان نجد۔ یمن سب کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں منقسم کردیا۔ ایک وقت میں پالیسی یہ تھی۔ اب جو عرب لیگ قائم ہو رہی ہے جس میں تمام عربوں کو روس کے خطرہ سے انگریز متحد کرنا اور ان سب کا ایک بلاک بنانا چاہتا ہے کیا یہ بھی آپ کے نزدیک انگریز کے اشارہ سے نہیں ہو رہا جس کا منشا یہ ہے کہ تمام عرب ممالک کی ایک آہنی دیوار بنادی جائے۔ اس کو وفد نے تسلیم کیا کہ بیشک۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر یہ کہنا صحیح نہیں کہ انگریز کی پالیسی ہمیشہ ٹکڑے کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کبھی اس کی پالیسی جمع کرنے کی بھی ہوتی ہے اب ہمیں تو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارا فائدہ کس صورت میں ہے۔ خواہ اس میں حکومت کا فائدہ ہو یا نقصان۔ ظاہر ہے کہ ہندو یا مسلمان کسی کے مقابلہ میں بھی گورنمنٹ اپنے مفاد کو بہ اختیار خود نظرانداز نہیں کرسکتی

نظریۂ پاکستان کانگریس اور حکومت دونوں کے نظریوں کے مخالف ہے

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مولانا حسین احمد صاحب نے جو ایک انگریز کا مضمون پڑھ کر سنایا۔ یہ ایک انگریز کی شخصی رائے اور تجویز ہے۔ جو اب سے چودہ برس پہلے اس نے پیش کی گئی تھی۔ لیکن حکومت برطانیہ کے سب سے بڑا نمائندہ وائسرائے ہند لارڈ ویول جو ہندوستان

پر اس وقت حکمراں ہے، اس نے اپنی تقریروں میں برملا یہ کہا ہے کہ اس ملک کا مرکز اور اس کی حکومت ایک ہی رہنی چاہیئے۔ اس ملک پر کوئی بڑا عمل جراحی نہیں ہو سکتا۔ پہلی مرتبہ یہ تقریر کلکتہ کے کامرس چیمبر میں کی۔ دوسری مرتبہ لیجس لیچر میں یہی مضمون ادا کیا اور ابھی دو تین ماہ ہوئے کہ راولپنڈی کے دربار میں لارڈ ویول نے یہی کہا کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس سے پہلے سابق وائسرائے ہند اور لارڈ لنلتھگو نے بھی ۴۲ء میں اس قسم کی تقریر کی تھی۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ آج وائسرائے ہند کے نظریئے کی حمایت کانگریس کر رہی ہے یا مسلم لیگ

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ ابھی حضرت یہ تو انگریزوں کی چالیں ہیں کہتے تو کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس انگریز کی تجویز میں بھی تو یہی احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن حجت کے درجہ میں تو سب سے بڑے ذمہ دار ہی کا قول ہم پیش کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے قیام پر مولانا مدنی کا ایک اشکال اور اُس کا شافی جواب

اسی سلسلہ میں مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اچھا اگر پاکستان قائم ہو گیا تو ہندوستان کا دفاع کیسے ہو گا۔ روس نے اگر حملہ کر دیا تو سرحد

کے مسلمان بیچارے پس جائیں گے۔ سارا بوجھ ان پر پڑ جائیگا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تو آپ مان ہی چکے کہ انگریز ابھی یہاں موجود ہے۔ بر دست اگر پاکستان بنائے گا تو وہی بنائے گا۔ سرحدوں کی حفاظت کی بھی کوئی صورت ضرور نکالے گا اور اس کے چلے جانے کی صورت میں بیرونی قوت ہندوستان پر چڑھائی کرے گی تو دونوں منطقے مل کر اس کی مدافعت کریں گے۔ اور ہر ایک دوسرے کی آدمی سامان اسلحہ اور روپے سے مدد کرے گا کیوں کہ یہ سب کا مشترکہ مفاد ہوگا۔ ایسا نہیں کریں گے تو سب کا نقصان ہے۔ اس قسم کے دفاع کے کام باہمی معاہدوں سے انجام پائیں گے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ حضرت معاہدوں کو آجکل کون پوچھتا ہے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جب بلامعاہدہ آپ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں تو معاہدہ کی صورت تو بہر حال اس سے قوی تر ہونی چاہیئے۔

جمعیتہ العلماء کی وفاقی طرز حکومت کی تائید کا خیال احتیاج ہنود پر مبنی ہے

پھر آپ کی تقریر کا حال تو یہ ہوا کہ ہم کسی حالت اور کسی وقت میں بھی ہندوؤں کی احتیاج سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کے بدون کبھی کوئی کام کر سکتے ہیں (یہ بات کم از کم شیر دل بہادروں کو زیب نہیں دیتی جو کہتے ہیں کہ ذرا انگریز سے آزادی مل جائے پھر ہم ہندو وغیرہ کسی

سے نہیں ڈرتے)

نیز آپ دیکھتے ہیں کہ معاہدات ہی کی طاقت تھی کہ روس اور برطانیہ نے ملک جرمن اور جاپان کو کس طرح پیس ڈالا۔ کیونکہ تینوں کی غرض مشترک تھی۔ پاکستان اور ہندوستان کا مفاد جب مشترک ہوگا تو دونوں بذریعہ معاہدات عملی اتحاد کیوں نہیں کر سکتے (گو قومی اتحاد نہ ہو نہ سہی)

موجودہ الیکشن میں علامہ عثمانی کی حمایت لیگ کی کیا وجہ ہے

اس موقع پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے کہا کہ آپ تو ہمیشہ سیاسیات سے یکسو رہا کرتے تھے۔ اس الیکشن میں کیا داعیہ ایسا پیش۔۔۔۔ آیا جس کی وجہ سے آپ نے شرکت فرمائی۔

حضرت علامہ نے ارشاد فرمایا کہ اس الیکشن کی نوعیت پچھلے الیکشنوں سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے صاف لفظوں میں اس کا اعلان کر دیا ہے کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلیاں ہی آیندہ ہندوستان کا مستقل دستور بنائیں گی۔ چونکہ اس الیکشن سے قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ وابستہ تھا۔ اس بنا پر میں نے ضروری سمجھا کہ اس بنیادی موقع پر ان مسلمانوں کی مدد کی جائے جو استقلال ملت اور مسلم حق خود ارادیت کے حامی ہیں

اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے یہ کیا کہا کہ میں سیاسیات سے ہمیشہ

علیحدہ رہا ہوں۔ گذشتہ چند سالوں کو چھوڑ دیجئے اس سے پیشتر جمعیۃ العلماء ہند میں ہماری بھی تو کچھ ناچیز خدمات رہی ہیں۔ ہم نے بھی تو کچھ معرکے سر کئے ہیں۔ ادھر آپ حضرات طوفانی دورہ کر رہے تھے جس سے میرے نزدیک مسلمانوں کا نقصان تھا۔ تو ظاہر تھا کہ ایسے موقع پر میں سکوت کیسے باقی رکھ سکتا تھا۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ ہست　　　اگر خاموش بنشینم گناہ ہست

ان وجوہ سے میں نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی

(پھر علامہ عثمانی نے یکایک کوئی اعلان نہیں فرمایا۔ بلکہ مہینوں پاکستان کے نظریہ پر شرعی و سیاسی حیثیت سے انتہائی غور و تعمق کیا۔ جب کلکتہ کے اجلاس کل ہند جمعیۃ العلماء اسلام میں اپنا پیغام بھیجا تو استخارہ بھی فرمایا۔ مکمل بصیرت اور شرح صدر کے بعد یہ اقدام فرمایا گیا۔ مرتب)

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر میرا اثر ہی کیا ہے۔ ہندوستان میں اگر میری اپیل پر بیچارے نواب زادہ لیاقت علی خاں کو دس بیس ووٹ مل ہی گئے تو کیا ہوا۔ آپ حضرات تو ماشاء اللہ با اثر ہیں۔ (موجودہ پروپیگنڈے کی طاقتیں آپ کے ساتھ ہیں) میں تو اب آپ میں ایک اچھوت کی حیثیت رکھتا ہوں کسی نے کہا نہیں یہ بات نہیں۔ آپ کے اعلانات نے ملک میں ہل چل ڈال دی ہے۔

علامہ عثمانی سے سکوت کی درخواست

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ بہر حال یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اس

ہیں احتمال خطا کا دونوں طرف ہے۔ مگر آپ تو اس قوت سے بیانات دے رہے ہیں کہ اپنے مخالفوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑتے۔ ذرا کچھ تو نرمی اختیار فرمائیں۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات تو ماشاءاللہ سب اہل علم ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب احناف و شوافع وغیرہ کے باہمی اختلافی مسائل کی تقریریں آپ اور ہم کرتے ہیں تو باوجودیکہ سب ائمہ ہدیٰ ہیں لیکن ہم میں سے کون اپنے مذہب کی تصویب و تائید میں کسر اُٹھا رکھتا ہے اور حنفی مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے شافعی یا مالک یا احمد کے لئے اپنے زعم میں کوئی گنجایش باقی نہیں چھوڑتا ہے۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرا تو وہی خیال ہے جو فقہائے کرام نے مقلد کے عقیدے کی نسبت لکھا ہے کہ اپنا امام جو مسئلہ بیان کرے اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے صواب یحتمل الخطاء ۔ یعنی جو ہمارے امام نے مسئلہ بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے ہاں اس میں خطا کا بھی احتمال ہے اور دوسرے امام نے جو کہا (خطاء یحتمل الصواب) یعنی وہ خطا ہے کہ اس میں احتمال ثواب کا بھی قائم ہے کیونکہ معصوم ان میں سے کوئی نہیں۔ آخر میں مولوی حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا کہ جمعیۃ العلماء اسلام محض ہماری جمعیۃ کے مقابلہ میں اس کو توڑنے کے لئے قائم کی گئی ہے، مناسب ہوگا کہ آپ کم از کم اس کی صدارت قبول نہ فرمائیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے ابھی صدارت کے

قبول و عدم قبول کی نسبت کوئی باضابطہ فیصلہ نہیں کیا ہے۔ لیکن کل کے لیے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کرونگا۔

(نوٹ) لیکن اس کے بعد علامہ عثمانی نے کل ہند جمعیۃ العلماء اسلام کے ناظم کے تار کے جواب میں باضابطہ صدارت کی منظوری کا تار روانہ فرما دیا ہے فللہ الحمد مرتب)

جب یہ حضرات علامہ عثمانی سے رخصت ہونے لگے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کو حضور نظام نے حیدر آباد بھی تو بلایا تھا آپ حیدر آباد کب تشریف لے جائیں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ "میں نے حضور نظام کو لکھا ہے کہ ابھی دو تین ماہ تک مجھے یہاں بغرض علاج قیام کرنا ہے سردی کم ہونے پر اگر اجازت ہو تو حیدر آباد آؤں۔ اب حضور نظام پر موقوف ہے کہ اگر اس کے باوجود انہوں نے مجھے طلب فرمایا تو مجھ کو بہرحال جانا پڑیگا اور اگر اجازت دے دی تو ٹھہر جاؤں گا۔

(الحمد للہ اس تحریر کے مرتب کرتے وقت ہی حضور نظام کے چیف سکریٹری کا تار بنام علامہ عثمانی پہونچ گیا کہ آپ کو فروری تک قیام کی اجازت ہے۔ مرتب)

چلتے چلتے وفد کا منشا یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو تحریرات آپ کی شائع ہو چکی ہیں وہ بیان مسئلہ کے لئے کافی ہیں۔ اب اگر یکسوئی اختیار کر لی جائے تو کیا بہتر نہ ہو گا۔ لیکن علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں میرے لئے سکوت کیسے مناسب ہے۔

اس کے بعد وفد رخصت ہو گیا۔ یہ تمام گفتگو نہایت خوشگوار فضا میں

ہوئی۔ کسی موقع پر بھی بحمداللہ دونے "تلخی پیدا نہ ہوئی۔ جب یہ "تاریخی مجلس برخاست ہونے لگی تو علامہ عثمانی نے اپنے یہاں آنے والے علمار کے احترام میں ارشاد فرمایا کہ یہ سلسلہ گفتگو آخری سلسلہ نہیں ہے۔ پھر جب چاہیں گفتگو کر سکتے ہیں۔ جانبین کو موقع غور و فکر کا حاصل ہے اب تک کی صورت حال یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ قائم ہیں اور میں اپنی جگہ پر رہا۔ اس کے بعد مجلس برخواست ہو گئی۔ شرعی حیثیت سے مسائل حاضرہ پر جمعیۃ علماء ہند کے وفد کی طرف سے کوئی کلام نہیں ہوا۔

(غالباً یہ حضرات یہ سمجھ کر آئے تھے کہ علامہ عثمانی کی سیاسی معلومات کم ہوں گی تو ہم اپنے بیان کردہ واقعات سے علامہ موصوف کی رائے کو متاثر کر دیں گے۔ شرعی حیثیت سے گفتگو کو تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس پر ہم آپ سے کیا بحث کریں۔ لیکن اس مکالمہ سے غالباً ان پر یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی ہو گی کہ علامہ عثمانی کی معلومات شرعیہ جہاں بے پناہ ہیں وہاں سیاسی حذاقت بھی کچھ اس سے کم نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ عثمانی نے مسئلہ پاکستان کو اپنی گفتگو میں اس طرح سے منقح کیا کہ جو لوگ سیاسی ہیں جب اس مکالمہ کو سنتے ہیں تو وہ خود بھی تنقیح کر کے اس انداز پر عش عش کرتے ہیں۔ مرتب)

یہ مکالمہ مصدقہ و مرحمہ علامہ عثمانی ہے

ضروری گذارش

جو مکالمہ اوپر درج ہوا اس میں گفتگو کے سب اجزاء آگئے۔ کوئی ایک آدھا جزء چھوٹ گیا ہو تو جدا بات ہے۔ ترتیب کلام میں تقدیم و تاخیر بھی ممکن ہے کیونکہ جس وقت مکالمہ ہو رہا تھا بروقت منضبط نہیں ہوا۔ لیکن گفتگو کا ملخص اور ضروری لب لباب جہاں تک ممکن تھا لیلیا گیا۔ علامہ عثمانی نے جس طرح گفتگو نقل فرمائی اُسی طرح قلمبند کرلی گئی اور مزید احتیاط یہ کی گئی کہ مسودہ صاف کرکے حضرت علامہ کو دکھلالیا گیا۔ حضرت علامہ نے کہیں کہیں اس میں ترمیم و اصلاح بھی فرمائی۔ لہٰذا یہ مکالمہ اب حضرت علامہ کا مصدقہ مکالمہ ہے جو بغرض افادۂ عوام شائع کیا جارہا ہے۔ اس مکالمہ سے اہل بصیرت اور مہذب دنیا کو یہ واضح ہوگا کہ اختلافات میں حزم و احتیاط اور عدل و توازن سے کیا لطافت پیدا ہوتی ہے اور کس طرح مسئلہ کے تمام پہلو سامنے آسکتے ہیں اور بے اعتدالیوں یا بدتہذیبیوں سے اختلافات کس طرح خلاف و شقاق کی نوعیت اختیار کرلیتے ہیں اور یہ کہ ہر دو جماعتوں کا رُخ کیا ہے۔ کون اصول کو مقدم کرنا چاہتی ہے اور کون ذاتیات پر اُتری ہوئی ہے۔

طاہر احمد القاسمی

یہ کتاب اور ہر قسم کی مذہبی کتب ملنے کا پتہ۔ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور